از عدالت عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 17 اپریل 1956

باس دیو

بنام

دی سٹیٹ آف پیپسو

[بھگوتی اور چندر شیکھر اایئر جسٹس صاحبان]

مجموعہ تعزیرات بھارت، (XLV، سال 1860)، دفعات 302-304-86 — قتل یا مجرمانہ قتل جو قتل کے مترادف نہیں ہے - شراب کے زیر اثر ملزم لیکن اس کا دماغ اس مشروب سے اتنا مبہم نہیں تھا کہ اس میں مطلوبہ ارادہ تشکیل دینے کی نااہلی پیدا ہو - علم اور ارادے۔

جہاں تک علم کا تعلق ہے، عدالت کو نشے میں مبتلا شخص کو وہی علم دینا چاہیے جیسے کہ وہ کافی محتاط تھا لیکن جہاں تک نیت یا ارادے کا تعلق ہے، عدالت کو اسے معاملے کے حاضر عام حالات سے حاصل کرنا چاہیے جس میں نشے کی ڈگری کو مناسب احترام دیا جائے۔ اگر وہ شخص فی الحال مکمل طور پر اس کے دماغ کے ساتھ ہوتا تو اسے مطلوبہ ارادے سے ٹھیک کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ لیکن اگر وہ شراب نوشی میں اتنا گہرا نہیں گیا تھا اور حقائق سے یہ پایا جا سکتا تھا کہ وہ جانتا تھا کہ وہ عدالت کے بارے میں کیا تھا اس اصول کا اطلاق کرے گا کہ ایک آدمی کو اپنے عمل یا اعمال کے فطری نتائج کا ارادہ کرنے کا خیال کیا جاتا ہے۔

قانون کی وہ حکمرانی اچھی طرح سے طے شدہ ہے:

1. وہ پاگل پن، چاہے وہ شراب نوشی سے پیدا ہوا ہو یا دوسری صورت میں، الزام عائد کیے گئے جرم کا دفاع ہے۔

2. شرابی ہونے کا ثبوت جو ملزم کو جرم کی تشکیل کے لیے ضروری مخصوص ارادہ قائم کرنے سے قاصر بناتا ہے، اس بات کا تعین کرنے کے لیے ثابت کیے گئے دیگر حقائق کے ساتھ غور کیا جانا چاہیے کہ آیا اس کا یہ ارادہ تھا یا نہیں۔

3. شرابی ہونے کا ثبوت ملزم میں جرم کو تشکیل دینے کے لیے ضروری ارادے کو تشکیل دینے میں ثابت نااہلی سے کم ہونا، اور صرف یہ ثابت کرنا کہ اس کا دماغ شراب سے متاثر ہوا تھا تاکہ وہ زیادہ آسانی سے کسی پر تشدد جذبے کو جنم دے، اس مفروضے کی تردید نہیں کرتا ہے کہ ایک آدمی اپنے اعمال کے فطری نتائج کا ارادہ رکھتا ہے۔

ڈائریکٹر آف پبلک پراسیکیوشنز بنام بیرڈ، ([1920] اے سی 479)، کا حوالہ دیا گیا۔

موجودہ کیس میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر کہ اگرچہ ملزم شراب کے نشے میں تھا، لیکن وہ اس کے زیر اثر اتنا زیادہ نہیں تھا کہ اس کا دماغ اس حد تک مبہم ہو گیا تھا کہ اس میں مطلوبہ ارادہ قائم کرنے کی نااہلی تھی، جرم کو قتل سے مجرمانہ قتل میں تبدیل نہیں کیا گیا جو کہ مجموعہ تعزیرات بھارت 304 کے دوسرے حصے کے تحت قتل کے مترادف نہیں ہے۔

اپیلیٹ فوجداری کا دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 147، سال 1955۔

فوجداری اپیل نمبر 93، سال 1954 میں پٹیالہ میں پیپسو عدالت عالیہ کے 10 مئی 1955 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل، سیشن کیس نمبر 18، سال 1954 میں برنالہ میں سیشن جج عدالت کے 21 جون 1954 کے فیصلے اور حکم سے پیدا ہوئی۔

اپیل کنندہ کے لیے جے این کوشل اور نونیت لال۔ جواب دہندہ کی طرف سے پورس اے مہتا اور پی جی گوکھلے۔

17.1956 اپریل۔

عدالت کا فیصلہ چندر شیکھر اایئر جسٹس نے سنایا۔

ہری گڑھ گاؤں کا اپیل کنندہ باس دیو ایک ریٹائرڈ فوجی جمادار ہے۔ اس پر تقریباً 15 یا 16 سال کی عمر کے مگھر سنگھ نامی ایک نوجوان لڑکے کے قتل کا الزام ہے۔ وہ دونوں اور اسی گاؤں کے دوسرے لوگ دوسرے گاؤں میں ایک شادی میں شرکت کے لیے گئے تھے۔ وہ سب 12 مارچ 1954 کو دوپہر کا کھانا کھانے کے لیے دلہن کے گھر گئے۔ کچھ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے اور کچھ نہیں۔ اپیل کنندہ نے نوجوان لڑکے مگھر سنگھ سے کہا کہ وہ تھوڑا سا الگ ہو جائے تاکہ وہ ایک آسان نشست پر فائز ہو سکے۔ لیکن مگھر سنگھ نہیں ہٹا۔ اپیل کنندہ نے پستول نکالی اور لڑکے کے پیٹ میں گولی مار دی۔ چوٹ مہلک ثابت ہوئی۔

جو جماعت دلہن کے گھر شادی کے لیے جمع ہوئی تھی، ایسا لگتا ہے کہ اس نے خود کو بہت خوش کر لیا تھا اور بہت زیادہ شراب پی تھی۔ اپیل کنندہ جمادار نے کافی شراب پی اور وہ بہت نشے میں اور نشے میں پڑ گیا۔ قابل سیشن جج کا کہنا ہے کہ "وہ بہت زیادہ نشے میں تھا" اور "ایک گواہ وزیر سنگھ لامبر دار کے ثبوت کے مطابق وہ تقریباً بے ہوش حالت میں تھا"۔ اس صورت حال اور قتل کے کسی مقصد یا پیشگی سوچ کی مکمل عدم موجودگی کو سیشن جج نے مد نظر رکھا اور اپیل کنندہ کو عمر قید کی کم سزا سنائی گئی۔

پٹیالہ میں پیپسو عدالت عالیہ میں اپیل ناکام ثابت ہوئی۔ اس عدالت کی طرف سے خصوصی اجازت اس سوال تک محدود دی گئی تھی کہ آیا درخواست گزار کی طرف سے کیا گیا جرم مجموعہ تعزیرات بھارت 304 کے تحت آتا ہے یا مجموعہ تعزیرات بھارت 86 کی توضیعات کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ دفعہ 86 جس پر عدالت عالیہ نے تفصیل سے غور کیا تھا، ان شرائط پر چلتا ہے:

"ایسے معاملات میں جہاں کوئی عمل جرم نہیں ہے جب تک کہ کسی خاص علم یا ارادے سے نہ کیا جائے، کوئی شخص جو نشے کی حالت میں یہ کام کرتا ہے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا جیسے اسے وہی علم ہوتا جو اسے ہوتا اگر وہ نشے میں نہ ہوتا، جب تک کہ وہ چیز جس نے اسے نشے میں ڈالا تھا اسے اس کے علم کے بغیر یا اس کی مرضی کے خلاف نہ دیا گیا ہو۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگرچہ دفعہ کا پہلا حصہ ارادے یا علم کی بات کرتا ہے، لیکن مؤخر الذکر حصہ صرف علم سے متعلق ہے اور تشریح میں شک کا ایک خاص عنصر ممکنہ طور پر اس غلطی کی وجہ سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اگر رضاکارانہ طور پر نشے میں علم کا اندازہ اسی انداز میں لگانا ہے جیسے کہ نشے میں نہیں تھا، تو ان صورتوں کا کیا جہاں مجرمانہ ذہن کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا ہمیں اپنے ارادے کو ایک ہی سطح پر رکھنے کی آزادی ہے، اور اگر ایسا ہے تو اس دفعہ نے اپنے آخری حصے میں ارادے کو کیوں چھوڑ دیا ہے؟ یہ پہلا موقع نہیں ہے جب یہ سوال زیر غور آیا ہو۔ بہت سے فیصلوں میں اس پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے اور نتیجہ کا خلاصہ اس طرح کیا جا سکتا ہے:-

جہاں تک علم کا تعلق ہے، ہمیں نشے میں مبتلا آدمی کو وہی علم دینا چاہیے جیسے وہ کافی پر سکون تھا۔ لیکن جہاں تک نیت یا ارادے کا تعلق ہے، ہمیں اسے نشے کی ڈگری کو مد نظر رکھتے ہوئے کیس کے حاضر عام حالات سے جمع کرنا چاہیے۔ کیا وہ آدمی فی الحال اس کے ذہن کے بالکل قریب تھا؟ اگر ایسا ہے تو اسے مطلوبہ ارادے سے ٹھیک کرنا ممکن نہیں ہو گا۔ لیکن اگر وہ شراب نوشی میں اتنا گہرا

نہیں گیا تھا، اور حقائق سے یہ پایا جا سکتا ہے کہ وہ جانتا تھا کہ وہ کس کے بارے میں ہے، تو ہم اس اصول کو لاگو کر سکتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے عمل یا اعمال کے فطری نتائج کا ارادہ رکھتا ہے۔

یقیناً ہمیں محرک، ارادے اور علم کے درمیان فرق کرنا ہو گا۔ محرک ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو ایک ارادہ بنانے پر آمادہ کرتی ہے اور علم عمل کے نتائج کے بارے میں آگاہی ہے۔ بہت سے معاملات میں نیت اور علم ایک دوسرے میں ضم ہو جاتے ہیں اور کم و بیش ایک ہی چیز کا مطلب ہوتے ہیں اور نیت کا اندازہ علم سے لگایا جا سکتا ہے۔ علم اور ارادے کے درمیان حد بندی کرنے والی لکیر بلاشبہ پتلی ہے لیکن یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ وہ مختلف چیزوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ کچھ انگریزی فیصلوں میں بھی، تینوں نظریات کو ایک دوسرے کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے ایک خاص حد تک الجھن پیدا ہوتی ہے۔ پرانے انگریزی معاملے میں، ریکس بنام میکن (1) بیرن ایلڈرسن نے آلہ کی نوعیت کو ان الفاظ میں ارادے کو فرض کرنے میں ایک عنصر کے طور پر لیا:

"تاہم، ارادے کے حوالے سے، شراب نوشی کو شاید استعمال شدہ آلہ کی نوعیت کے مطابق ایڈورٹ کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی آدمی چھڑی کا استعمال کرتا ہے، تو آپ اس کے خلاف اتنی سختی سے بدنیتی پر مبنی ارادے کا اندازہ نہیں لگائیں گے، اگر وہ نشے میں ہے، جب اس نے اس کا بے تحاشہ استعمال کیا تھا، جیسا کہ اس نے کسی مختلف قسم کا ہتھیار استعمال کیا ہوتا۔ لیکن جہاں کوئی خطرناک آلہ استعمال کیا جاتا ہے، جس سے اگر اسے استعمال کیا جاتا ہے، تو اسے شدید جسمانی نقصان پہنچانا پڑتا ہے، شرابی پن کا جماعت کے بدنیتی پر مبنی ارادے پر غور کرنے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔"

ایک بچے کے قتل کے الزام میں ایک شوہر اور بیوی کے خلاف جو اس وقت دونوں نشے میں تھے، جے پیٹیسن نے ریجینا بنام کروز اور میری اس کی بیوی مریم میں مشاہدہ کیا (1)

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں افراد نشے میں تھے، اور اگرچہ شراب نوشی کسی بھی جرم کا بہانہ نہیں ہے، پھر بھی یہ اکثر ایسے معاملات میں بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے جہاں یہ ارادے کا سوال ہوتا ہے۔ ایک شخص اتنا نشے میں ہو سکتا ہے کہ بالکل بھی کوئی ارادہ قائم کرنے سے قاصر ہو، اور پھر بھی وہ بہت بڑے تشدد کا مجرم ہو سکتا ہے۔

کولرج جسٹس نے ریگ بمقابلہ مونک ہاؤس (2) میں قدرے مختلف لیکن کچھ زیادہ روشن الفاظ استعمال کیے تھے۔

" ارادے کے بارے میں تفتیش اس سے کہیں کم آسان ہے کہ آیا کوئی عمل کیا گیا ہے، کیونکہ آپ کسی آدمی کے ذہن میں یہ دیکھنے کے لیے نہیں دیکھ سکتے کہ کسی بھی وقت وہاں کیا گزر رہا تھا۔ وہ کیا ارادہ رکھتا ہے اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کیا کرتا ہے یا کہتا ہے، اور اگر وہ کچھ نہیں کہتا ہے، تو صرف اس کے عمل سے ہی آپ کو اپنے فیصلے کی طرف رہنمائی کرنی چاہیے۔ فوجداری قانون میں یہ ایک عام قاعدہ ہے، اور جس کی بنیاد عقل عامہ پر رکھی گئی ہے، کہ فیصلہ ساز کمیٹیوں کو ایک آدمی کو ایسا کرنے کے لیے فرض کرنا ہے جو اس کے عمل کا فطری تسلسل ہے۔ نتیجہ بعض اوقات اتنا واضح ہوتا ہے کہ ارادے پر کوئی شک نہیں چھوڑتا۔ ایک آدمی پستول جسے وہ جانتا تھا کہ دوسرے کے سر پر لدی ہوئی تھی، اسے مارنے کے ارادے کے بغیر نہیں رکھ سکتا تھا، لیکن وہاں بھی جماعت کی ذہنی حالت پر غور کیا جانا سب سے زیادہ مادی ہے۔ مثال کے طور پر، اگر ایسا عمل پیدائشی بیوقوف نے کیا تھا، تو اس عمل سے قتل کرنے کے ارادے کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ لہذا، اگر مدعا علیہ نشے میں ثابت ہو جاتا ہے، تو سوال زیادہ باریک ہو جاتا ہے؛ لیکن یہ اسی قسم کا ہے، یعنی، کیا وہ نشے کی وجہ سے الزام لگانے کے ارادے کو تشکیل دینے میں مکمل طور پر نااہل تھا؟"

" شراب نوشی عام طور پر نہ تو دفاع ہوتا ہے اور نہ ہی جرم کا بہانہ، اور جہاں یہ کسی الزام کے جزوی جواب کے طور پر دستیاب ہوتا ہے، اسے ثابت کرنا قیدی پر منحصر ہوتا ہے، اور یہ کافی نہیں ہے کہ وہ پرجوش ہو یا زیادہ چڑچڑا ہو، جب تک کہ نشہ ایسا نہ ہو کہ وہ خود کو زیر بحث فعل کرنے سے روک سکے، یا اس سے کوئی خاص ارادہ کرنے کی طاقت چھین لے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نشے کی ایسی حالت موجود ہو سکتی ہے۔"

مجرمانہ قانون پر ایک عظیم اتھارٹی اسٹیفن جسٹس نے ریگ بمقابلہ ڈوہرٹی ([1]) میں اس تجویز کو اس انداز میں پیش کیا۔

"................ اگرچہ آپ نشے کو جرم کے بہانے کے طور پر نہیں لے سکتے، پھر بھی جب جرم ایسا ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والے فریق کا ارادہ اس کے جزو عناصر میں سے ایک ہے، تو آپ اس حقیقت پر غور کر سکتے ہیں کہ آیا اس نے جرم کو تشکیل دینے کے لیے ضروری ارادہ کیا تھا۔

اس کے بعد ہم ریکس بنام میڈ ([2]) کو دیکھ سکتے ہیں جہاں سوال یہ تھا کہ کیا لارڈ کولرتج، جسٹس کے ذریعے ان کے خلاصہ میں کوئی غلط سمت تھی۔ خلاصہ ان الفاظ میں تھا:

"سب سے پہلے یہ فرض کیا جاتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے نتائج کو جانتا ہے۔ اگر وہ پاگل ہے، تو اس علم کا اندازہ نہیں لگایا جاتا ہے۔ یہاں پاگل پن کی استدعا نہیں کی گئی ہے، لیکن جہاں یہ کسی جرم کے جوہر کا حصہ ہے کہ ایک مقصد، ایک خاص مقصد، اس عمل کو کرنے والے آدمی کے ذہن میں موجود ہو گا، قانون یہ اعلان کرتا ہے کہ اگر اس وقت دماغ شراب نوشی سے اتنا مبہم ہے، اگر وجہ تخت سے ہٹا دی گئی ہے اور آدمی اس مقصد کو تشکیل دینے کے قابل نہیں ہے، تو یہ قتل سے انسان کے ذبح تک کے الزام میں کمی کا جواز پیش کرتا ہے۔

عدالتی فوجداری اپیل کا فیصلہ سناتے ہوئے جسٹس ڈارلنگ نے خلاصہ کی درستگی کی تصدیق کی لیکن اصول کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا:

"انسان کو اپنے اعمال کے فطری نتائج کا ارادہ کرنے کے لیے لیا جاتا ہے۔ اس مفروضے کی کئی طریقوں سے تردید کی جاسکتی ہے (1) ایک پرسکون آدمی کے معاملے میں: (2) نشے میں آدمی کے معاملے میں بھی اس کی تردید کی جاسکتی ہے، اس کے دماغ کو یہ ظاہر کر کے کہ اس نے جو مشروب لیا تھا اس سے وہ اتنا متاثر ہوا تھا کہ وہ یہ جاننے سے قاصر تھا کہ وہ جو کر رہا تھا وہ خطرناک تھا، یعنی سنگین چوٹ پہنچانے کا امکان۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو اس مفروضے کی تردید کی جاتی ہے کہ اس کا ارادہ شدید جسمانی نقصان پہنچانا تھا۔"

آخر میں، ہمیں ڈائریکٹر آف پبلک پراسیکیوشنز بنام بیرڈ (1) میں عزت ماب کے فیصلے کا نوٹس لینا ہو گا۔ اس معاملے میں ایک قیدی نے 13 سال کی عمر کی لڑکی سے بدتمیزی کی، اور عصمت دری کے عمل کی مدد کے لیے اس نے اپنے ہاتھ اس کے منہ پر رکھے تاکہ اسے چیخنے سے روکا جاسکے، ساتھ ہی اس کے گلے پر اپنا انگوٹھا دبایا جس کے نتیجے میں وہ دم گھٹنے سے مر گئی۔ شراب نوشی کی استدعا دفاع کے طور پر کی گئی تھی۔ جسٹس بیلہاچے نے فیصلہ ساز کمیٹی کو ہدایت دی کہ نشے کا دفاع صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے جب ملزم کو اس کی وجہ سے معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے یا اسے معلوم نہ ہو کہ وہ غلط کر رہا ہے۔ فیصلہ ساز کمیٹی نے قتل کا فیصلہ سنایا اور اس شخص کو موت کی سزا سنائی گئی۔ عدالتی فوجداری اپیل (ارل آف ریڈنگ چیف جسٹس، لارڈ کولرج جسٹس، اور سینکی جسٹس) نے ریکس بنام میڈ (2) کے بعد غلط سمت کی بنیاد پر اس سزا کو کالعدم قرار دے دیا جس نے یہ ثابت کیا کہ اس مفروضے کی کہ ایک آدمی نے اپنے اعمال کے فطری نتائج کا ارادہ کیا ہے، نشے کی صورت میں یہ ظاہر کر کے تردید کی جاسکتی ہے کہ اس کا دماغ اس مشروب سے اتنا متاثر ہوا تھا کہ وہ یہ جاننے سے

قاصر تھا کہ وہ جو کر رہا تھا وہ خطرناک تھا۔ اس لیے سزا کو قتل عام تک محدود کر دیا گیا۔ ولی عہد نے ہاؤس آف لارڈز میں اپیل کو ترجیح دی اور اس کی سماعت لارڈ چانسلر، لارڈ برکن ہیڈ، ارل آف ریڈنگ، چیف جسٹس، ویسکاؤنٹ ہالڈین، لارڈ ڈینڈن، لارڈ اٹکنسن، لارڈ سمنر، لارڈ بک ماسٹر اور لارڈ فلیمور پر مشتمل ایک مضبوط بنچ نے کی۔ لارڈ چانسلر نے عدالت کا فیصلہ سنایا۔ انہوں نے ایک طویل فیصلے میں سابقہ حکام کا جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ ریکس بنام میڈ (2) نے قانون کو کافی وسیع پیمانے پر بیان کیا، حالانکہ وہاں موجود حقائق سے ثابت ہوا کہ فیصلہ درست تھا۔ یہ موقف "کہ تشدد کے جرم کا الزام لگانے والا شخص اس مفروضے کی تردید کرنے کے لیے ظاہر کر سکتا ہے کہ اس نے اپنے اعمال کے فطری نتائج کا ارادہ کیا تھا، کہ وہ اتنا نشے میں تھا کہ وہ یہ جاننے سے قاصر تھا کہ وہ کیا کر رہا تھا خطرناک تھا۔................ "یہ وہی ہے جو میڈ کے معاملے میں کہا گیا ہے، قانون کی عمومی تجویز کے طور پر درست نہیں تھا اور ان کے عزت ماب نے تین اصول طے کیے تھے:

(1) وہ پاگل پن، چاہے وہ شراب نوشی سے پیدا ہوا ہو یا دوسری صورت میں، الزام عائد کیے گئے جرم کا دفاع ہے۔

(2) شرابی ہونے کا وہ ثبوت جو ملزم کو جرم کی تشکیل کے لیے ضروری مخصوص ارادہ قائم کرنے سے قاصر بناتا ہے، اس بات کا تعین کرنے کے لیے ثابت کیے گئے دیگر حقائق کے ساتھ غور کیا جانا چاہیے کہ اس کا یہ ارادہ تھا یا نہیں۔

(3) شرابی ہونے کا ثبوت ملزم میں جرم کو تشکیل دینے کے لیے ضروری ارادے کو تشکیل دینے میں ثابت نااہلی سے کم ہونا، اور صرف یہ ثابت کرنا کہ اس کا دماغ شراب سے متاثر ہوا تھا تاکہ وہ زیادہ آسانی سے کسی پر تشدد جذبے کو جنم دے، اس مفروضے کی تردید نہیں کرتا ہے کہ ایک آدمی اپنے اعمال کے فطری نتائج کا ارادہ رکھتا ہے۔

حکام کے نتائج کا خلاصہ رسل آن کرائم کے دسویں ایڈیشن کے صفحہ 63 پر مندرجہ ذیل الفاظ میں صاف ستھرے اور جامع انداز میں کیا گیا ہے:

"تاہم، ضرورت سے زیادہ نشے کی وجہ سے ہونے والے پاگل پن کے دفاع اور نشے کے دفاع کے درمیان ایک فرق ہے جو ایسی حالت پیدا کرتا ہے کہ نشے میں آدمی کا دماغ ایک مخصوص ارادہ بنانے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ اگر حقیقت میں حقیقی پاگل پن الکحل کی زیادتی کے نتیجے میں بڑھ جاتا ہے تو یہ کسی مجرمانہ الزام کا مکمل جواب پیش کرتا ہے جیسا کہ کسی اور وجہ سے پیدا ہونے والا پاگل

پن۔ لیکن ایسے معاملات میں جو نشے کے پاگل پن کے شواہد سے کم ہوتے ہیں جو ملزم کو جرم کی تشکیل کے لیے ضروری مخصوص ارادے کو تشکیل دینے سے قاصر بناتے ہیں، دوسرے حقائق کے ساتھ غور میں لیا جانا چاہیے تاکہ یہ طے کیا جا سکے کہ آیا اس کا یہ ارادہ تھا یا نہیں، لیکن نشے کا ثبوت جو اس طرح کی نااہلی کو ثابت کرنے سے کم ہے اور صرف یہ ثابت کرتا ہے کہ ملزم کا دماغ شراب سے اتنا متاثر ہوا تھا کہ اس نے زیادہ آسانی سے کسی پر تشدد جذبے کو جنم دیا، اس مفروضے کی تردید نہیں کرتا کہ ایک آدمی اپنے عمل کے فطری نتائج کا ارادہ رکھتا ہے۔"

موجودہ معاملے میں فاضل ججوں نے پایا ہے کہ اگرچہ ملزم شراب کے زیر اثر تھا، لیکن وہ اس کے زیر اثر اتنا نہیں تھا کہ اس کا دماغ اس مشروب سے اتنا دھندلا ہوا تھا کہ اس میں مطلوبہ ارادہ قائم کرنے کی نااہلی تھی جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں:—

"شواہد سے زیادہ تر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بعض اوقات وہ حیران رہ جاتے تھے اور اپنی گفتگو میں متضاد تھے، لیکن انہی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خود کو آزادانہ طور پر حرکت دینے اور ہم آہنگی سے بات کرنے کے قابل بھی تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ نتھا سنگھ گواہ استغاثیہ 12 کے دروازہ پر خود آیا تھا، کہ اس نے اپنی نشست کا انتخاب کیا اور اسی وجہ سے اس نے متوفی کو اپنی جگہ سے ہٹنے کو کہا، کہ متوفی پر گولی چلانے کے بعد اس نے فرار ہونے کی کوشش کی اور اسے دروازہ سے کچھ فاصلے پر محفوظ کر لیا گیا، اور جب محفوظ ہو گیا تو اسے احساس ہوا کہ اس نے کیا کیا ہے اور اس طرح گواہوں سے معافی کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ یہ اس کے ساتھ ہوا ہے۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ جب اسے برنالہ پولیس اسٹیشن لے جایا گیا تو اس نے گواہوں کی طرح بات نہیں کی اور نہ ہی وہاں گیا اور اسے خصوصی مدد فراہم کرنی پڑی۔ یہ تمام حقائق، میری رائے میں، یہ ثابت کرنے کے لیے جاتے ہیں کہ ملزم میں جسمانی چوٹ پہنچانے کا ارادہ پیدا کرنے کی نااہلی ثابت نہیں ہوئی تھی جو کہ فطرت کے عام عمل میں موت کا سبب بنتی ہے۔ لہذا ملزم اس طرح کی نااہلی کو ثابت کرنے میں ناکام رہا جو اسے دفاع کے طور پر دستیاب ہوتی، اور اس لیے قانون یہ فرض کرتا ہے کہ اس نے اپنے عمل کے فطری اور ممکنہ نتائج کا ارادہ کیا، دوسرے لفظوں میں، کہ اس کا ارادہ متوفی کو جسمانی چوٹ پہنچانا تھا اور جس جسمانی چوٹ کا ارادہ کیا گیا تھا وہ عام نوعیت میں موت کا سبب بننے کے لیے کافی تھا۔"

اس نتیجے پر جرم کو مجموعہ تعزیرات بھارت 304 کے دوسرے حصے کے تحت قتل سے مجرمانہ قتل میں تبدیل نہیں کیا جاتا ہے۔ الزام اور سزا درست ہے اور اپیل مسترد کر دی جاتی ہے۔